عہد عتیق و وسطیٰ کا فن تعمیر

از

(جناب یوسف کمال صاحب بخاری ایم۔اے)

ہر ملک و قوم کی تہذیبی و ثقافتی زندگی جن اجزائے ترکیبی سے مرتب و متشکل ہوتی ہے وہ دراصل اس ملک و قوم کے علوم و فنون ہی ہوتے ہیں۔ یہی علوم و فنون ملکی و قومی خیالات، احساسات جذبات، رجحانات، جمالیات کا عکس ہوتے ہیں۔ ان ہی سے قوم و وطن کی ذہنی و فنی ارتقا کا پتہ چلتا ہے اور ان ہی کی وساطت سے ہمیں طرزِ معاشرت، ادب، موسیقی، مصوری اور فنِ تعمیر کے معائب و محاسن نظر آتے ہیں۔ عروج و زوال کے اسباب معلوم ہوتے ہیں۔ قومی و ملکی زندگی کے تاریخی مطالعہ میں نمایاں مدد ملتی ہے۔ ہندوستان بھی علم و فن کا ایک مرکزِ عالی ہے۔ فنی نقطۂ نظر سے ہندوستان کا پلّہ دوسرے ممالک سے کسی صورت سے کم نہیں۔ اگر دِقّتِ نظر سے کام لیا جائے تو ہند کے ایسے طویل ملک میں جسے برصغیر کہتے ہیں جداگانہ طرزِ تمدن ملتے ہیں۔ جہاں مختلف خاندانوں نے ہندوستان کے مختلف حصوں پر اپنی حکومتیں قایم کیں۔ بیرونی اقوام مختلف گوشوں سے وارد ہوئیں اور یہاں کی سرزمین کو میدانِ کارزار بنایا حتیٰ کہ اپنی حکومتیں قایم کر کے یہیں کی ہو رہیں۔ خصوصیت کے ساتھ گونڈ، بھیل اور دراوڑ مقامی حیثیت رکھتی ہیں اور بیرونی قومیں آریہ، یوچی، کشان، ہن، مسلمان اور انگریز قابلِ ذکر ہیں۔ ہر ایک قوم اور خاندان نے اپنے اپنے ملک کے طرز و تمدن کی آمیزش سے جداگانہ طرزیں اور روشیں قایم کیں ان فرمانرواؤں نے علومِ مروجہ و فنونِ لطیفہ کی سرپرستی میں جوش و سرگرمی سے کام لیا جس کے نتیجہ میں مختلف دوروں میں مختلف اسکول قایم ہوئے جو اپنی فنی و علمی خصوصیات میں ایک دوسرے سے ممتاز و منفرد ہیں۔ یہ علوم و فنون دراصل تہذیبوں کا سنگم ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے آبا و اجداد نے غیر جانبدار ہو کر کس حد تک ایک دوسرے

کو سمجھنے اور اُس کے قریب آنے کی کوشش کی ہے۔ اپنے علم و فن غیروں کو سکھائے اور اُن کو اپنایا، دراصل تمام علوم و فنون اور خصوصاً قدیم عمارات اہلِ ہند کا مشترک ترکہ ہیں جو فرقہ وارانہ تقسیم سے بلند ہیں اس موضوع میں ہمارا تعلق صرف ہندوستان کے فنِ تعمیر سے ہے جو فنونِ لطیفہ کا ایک اہم جزو ہے یہاں مختلف خاندانوں نے حکومتیں کیں اور ہر ایک نے اپنے اپنے جداگانہ طرز کی عمارتیں تعمیر کرائیں حتیٰ کہ خود ایک ہی خاندان کے مختلف بادشاہوں کے طرزِ تعمیر میں نمایاں فرق نظر آتا ہے اس لحاظ سے ہندوستان ایسے وسیع ملک میں بیسیوں جداگانہ طرزِ تعمیر موجود ہیں جن کے مختلف بیان کے واسطے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے۔ دراصل ہندوستان کا فنِ تعمیر غاروں اور جھونپڑوں سے شروع ہوتا ہے اور تدریجی ترقی کرتا ہوا باعتبار کمال تاج محل (آگرہ) پر ختم ہو جاتا ہے لیکن اس کی داستان بہ لحاظِ زمانہ برطانوی عہد کی سر بفلک یورپین طرز کی عمارات پر جا کر مکمل ہوتی ہیں۔

تاریخی لحاظ سے ہندوستان کے فنِ تعمیر کو ہم تین دوروں میں تقسیم کر سکتے ہیں عہد قدیم۔ عہد وسطیٰ و عہد جدید۔ عہد قدیم میں بھی ہم کو جداگانہ طرز ملتے ہیں

(۱) بدھ عہد (سنہ ۲۵۰ قبل مسیح تا سنہ ۷۵۰ء تک)

(۲) جین عہد (سنہ ۲۰۰ ق۔م تا سنہ ۹۰۰ء تک)

(۳) کشان عہد یونانیوں کی آمد اور اُن کے قیامِ حکومت سے گاندھار فنِ تعمیر کی پہلی صدی سے پانچویں صدی تک بنیاد پڑی۔

(۴) ہندوؤں کا طرزِ تعمیر (سنہ ۶۰۰ء تا سنہ ۱۸۰۰ء) مؤخر الذکر عہدِ وسطیٰ میں بھی اسلامی فنِ تعمیر کے دوش بدوش ایک جداگانہ طرز کا مالک رہا۔ ہندو طرزِ تعمیر کو بھی ہم تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں

۱۔ شمالی ہند کا ہندو یا برہمنی طرزِ تعمیر جو چھٹی صدی عیسوی سے اٹھارہویں صدی عیسوی تک قائم رہا

دوسرا چالوکیہ یا وسط ہند جو سنہ ۱۰۰۰ء سے سنہ ۱۳۰۰ء تک جاری رہا۔

اور تیسرا جنوبی ہند کا طرزِ تعمیر سنہ ۶۰۰ء سے سنہ ۱۷۵۰ء تک ملتا ہے۔ اس آخری جنوبی ہند کے

طرز تعمیر میں بھی پانچ جداگانہ اسکول قایم ہوئے۔

(۱) پالو (۶۰۰ء تا ۹۰۰ء)

(۲) چولا (۹۰۰ء تا ۱۱۵۰ء)

(۳) پانڈو (۱۱۵۰ء تا ۱۳۵۰ء)

(۴) وجے نگر (۱۳۵۰ء تا ۱۵۶۵ء)

(۵) نائک (۱۶۰۰ء تا ۱۷۵۰ء)

عہدِ وسطیٰ میں اسلامی فنِ تعمیر ملتا ہے مسلمان فرمانروا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اپنے ساتھ ایرانی و عربی مخلوط طرزِ تعمیر ساتھ لائے یہاں انھیں مفتوح قوم کے طرزِ تعمیر اور کاریگروں سے سابقہ پڑا اور اس جدید طرز کی آمیزش سے ایک جداگانہ طرزِ تعمیر کی بنیاد پڑنا شروع ہوئی جو مختلف زمانوں میں مختلف رنگ اختیار کرتا گیا۔ اس دور کو ہم مندرجہ ذیل ادوار پر تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ سلاطینِ دہلی کا طرزِ تعمیر۔

۲۔ شاہانِ مغلیہ کا فنِ تعمیر۔

۳۔ صوبائی حکومتوں کے جداگانہ طرز۔

سلاطینِ دہلی کا فنِ تعمیر ۱۱۹۳ء تا ۱۵۲۶ء تک ملتا ہے یہ دور بھی کئی ذیلی طرزوں پر منقسم ہو جاتا ہے جس میں غلام خاندان (۱۱۹۳ء سے ۱۲۹۰ء)

(۲) خلجی (۱۲۹۰ء تا ۱۳۲۰ء)، تغلق (۱۳۲۰ء تا ۱۴۱۳ء) سید (۱۴۱۴ء تا ۱۴۴۴ء) لودی (۱۴۵۱ء تا ۱۵۲۶ء) عہد کے طرز شامل ہیں۔ دوسرا شاہانِ مغلیہ کا فنِ تعمیر ۱۵۲۶ء سے ۱۸۵۷ء تک قائم رہا یہ دور بھی چار جداگانہ طرزوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ ابتدائی مغلیہ طرزِ تعمیر (۱۵۲۶ء تا ۱۶۲۷ء)

۲۔ شاہان سوریہ کا فنِ تعمیر بھی اسی دور میں شمار کیا جاتا ہے (۱۵۴۰ء تا ۱۵۵۵ء)

(۳) شاہجہانی دور اور فنِ تعمیر کا معراج کمال ۱۶۲۷ء تا ۱۶۵۸ء) آخری مغلیہ دور اور فنِ تعمیر کا زوال (۱۶۵۸ء تا ۱۸۵۸ء)

(۴) صوبائی حکومتوں کے طرزِ تعمیر اپنی نمایاں خصوصیات اور مقامی امتیازات کے ساتھ علیحدہ علیحدہ نظر آتے ہیں ہر صوبائی حکومت نے مقامی طرز کی سرپرستی میں حصہ لیا اور اپنی جدت پسندی کا ثبوت دے کر جداگانہ خصوصیات قایم کر دیں جو ایک دوسرے سے ممتاز نظر آتی ہیں ان صوبائی طرزوں میں ملتان ۹۰۰ء تا ۱۶۰۰ء ، بنگال (۱۲۰۰ء تا ۱۶۰۰ء) گجرات ۱۳۰۰ء تا ۱۶۰۰ء مالوہ (۱۴۰۰ء تا ۱۶۰۰ء) ، شرقی یا جونپور (۱۴۰۰ء تا ۱۵۰۰ء) ، کشمیر (۱۴۰۰ء تا ۱۷۰۰ء) خاندیس (۱۴۰۰ء تا ۱۷۰۰ء) ، دکن (۱۴۰۰ء تا ۱۷۰۰ء) بہمنی طرز اسی دکنی فنِ تعمیر میں شامل ہے جس کا زمانہ ۱۳۴۷ء تا ۱۵۲۷ء ہے یہ طرز اپنی ایرانی و عہد وسطیٰ کی یوروپین خصوصیات کے لئے ممتاز ہے بہمنی حکومت کے زوال پذیر ہونے کے بعد بیجاپور کے عادل (۱۴۹۰ء تا ۱۶۲۷ء) بیدر کے برید شاہی (۱۴۸۷ء تا ۱۶۱۹ء) گولکنڈہ کے قطب شاہی (۱۵۱۲ء تا ۱۶۸۷ء) ، احمد نگر کے نظام شاہی (۱۴۹۰ء تا ۱۶۳۳ء) اور برار کے عماد شاہی (۱۴۹۰ء تا ۱۵۷۴ء) ، سلاطین نے فنِ تعمیر میں بہت سی تبدیلیاں کیں اور نئی نئی روشیں نکالیں حتیٰ کہ ایک ہی خاندان کے مختلف فرمانرواؤں نے جداگانہ طرز اختیار کئے جن کے لئے تفصیلی و تدقیقی مطالعہ کی ضرورت ہے اس کے علاوہ میسور (۱۷۶۰ء تا ۱۷۹۹ء) اور اودھ (۱۸۰۰ء تا ۱۹۰۰ء) کے طرز بھی نمایاں خصوصیات کے مالک ہیں ۔

عہدِ جدید برطانوی عہد کے فنِ تعمیر کا عکس پیش کرتا ہے اس دور کا فنِ تعمیر ایک نیا انداز اور نیا طرز سامنے لاتا ہے جو ماسبق سے مختلف اور جداگانہ ہے اس عہد میں درباری سرپرستی کا دور دورہ ختم ہو گیا تھا لہذا وہ خصوصیات تو ختم ہو گئیں جو ماضی میں پائی جاتی تھیں لیکن عہدِ عتیق و عہدِ وسطیٰ کے مختلف اسکولوں اور دیگر مغربی ممالک کے تعمیری اصولوں کے دوش بدوش دورِ حاضرہ کی سائنٹیفک معلومات سے استفادہ کیا گیا ہے ان اسکولوں کی آمیزش سے ایک نئے فنِ تعمیر کی

بنیاد پڑی۔

ویسے تو فنِ تعمیر کا تعلق ہر اُس عمارت سے ہے جسے انسانی ہاتھوں نے بنایا ہے لیکن اس وقت ہمیں اِن عمارات سے بحث ہے جن میں فنی لحاظ رکھا گیا ہے وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ فنِ تعمیر بھی ترقی کرتا گیا اور عمارتوں میں بتدریج حسن و نزاکت پیدا ہوتی چلی گئی بلاشبہ اولین انسانی رہائش گاہیں قدرتی غاروں اور پہاڑ کے دامنوں تک محدود تھیں لیکن یہ ماقبل تاریخ کا زمانہ ہے جدید تحقیقات کی رو سے ہندوستان میں فنِ تعمیر کی داستان وادیٔ سندھ کی تہذیب سے شروع ہوتی ہے مہنجدڑو اور ہڑپہ کے عقلوں میں ۱۹۲۲ء کی حفریات میں اینٹوں کی تعمیر شدہ چند عمارات برآمد ہوئی ہیں ان عمارات میں کچھ رہائشی مکانات، احاطے، غلّہ کی کھتی اور عظیم حمام وغیرہ شامل ہیں جو بالکل سادہ اور نقش و نگار اور آرائش و زیبائش سے معرا ہیں، لیکن اس تہذیب میں مذہبی رنگ کی عمارتوں کا پہچاننا دقت طلب ہے گو اس سلسلہ میں چند مساعی کی جا چکی ہیں جو بے سود رہیں باقاعدہ تاریخی لحاظ سے فنِ تعمیر کا زمانہ بدھ عہد سے شروع ہوتا ہے بدھ عہد کا فنِ تعمیر ۲۵۰ء ق م سے ۶۵۰ء تک نظر آتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ چٹانوں کو تراش کر بنائے ہوئے مندر۔

۲۔ معمولی طریقے پر بنی ہوئی عمارتیں چٹانوں کو تراش کر بنائے ہوئے مندروں میں چٹان کے سامنے صرف ایک بیرونی دروازہ ہوتا تھا اور بقیہ تعمیر اور نقش و نگار اندرونی تعمیر میں ہوتے تھے ان مندروں میں سنگ تراشی کے ساتھ ساتھ چوب کاری بھی ہوتی تھی پتھر پر جا بجا لکڑی کا کام نفیس اور دل کش معلوم ہوتا ہے اندرونی چوکھٹوں اور چھتوں پر نقش و نگار ہوتے تھے دروازے پست اور چھتیں نصف مدور اور خمدار ہوتی تھیں۔ بدھ عہد کے مشہور چیتیہ (مندر) چٹانوں کو تراش کر بنائے گئے ہیں ان مندروں میں ایک حصہ عبادت کے لئے مخصوص کر دیا جاتا تھا اس کے علاوہ اس عہد کی تعمیرات میں "وہار" (خانقاہیں) خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں یہ خانقاہیں بدھ مذہب کے زاہدوں اور عابدوں (بھکشو اور بھکشوؤں) کے لئے تعمیر ہوئی تھیں

ان خانقاہوں میں تین طرف چھوٹے چھوٹے کمرے اور مرکز میں ایک ہال ہوتا تھا یہ خانقاہیں بھی سنگ تراشی کا ایک اعلیٰ نمونہ تھیں۔ کھڑکیوں اور دروازوں پر ایسی تعداد محرابیں ہوتی تھیں جن پر چوبی طرز کی چوکھٹ لگائی جاتی تھی اور ان سرد لوں کو زنگار رنگ کے نقش ونگار سے زینت بخشتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ اس عہد کی فنی خصوصیات میں ہشت پہل ستون، نقش نگار حیوانوں کی تصاویر (شیر ہاتھی اور گھوڑے وغیرہ) اور مجسمے در و دیوار کی آرائش بھورے رنگ کے پتھر کا استعمال وغیرہ شامل ہیں۔ بدھ عہد کی عمارات کو ہم پانچ قسموں پر تقسیم کر سکتے ہیں۔

(۱) لاٹیں جس کا بہترین نمونہ الہ آباد کی لاٹ ہے۔

(۲) استوپ۔ اس کا اعلیٰ نمونہ سانچی میں ملتا ہے۔

(۳) حصار اس کی عمدہ نظیر سانچی کا حصار ہے۔

(۴) چیتیہ (مندر) اس کے عمدہ نمونے بھاجہ، ناسک، کرلی، الورا، ایجنٹا، اور ایلیفنٹا میں ہیں۔

(۵) دہار (خانقاہیں) یہ خانقاہیں کثرت سے انورا دیور۔ اور پلونردا۔ جزیرہ لنکا میں موجود ہیں۔

جینی طرزِ تعمیر کا دور دورہ سنہ ۲۰۰ ق۔م تا سنہ ۹۰۰ء ہے جینی مندر اپنی فنی ساخت کے لئے مشہور ہیں۔ جین عہد کے مندروں میں پوجا کے لئے ایک مربع نما چھوٹی سی کوٹھری ہوتی تھی جس میں آفتاب کی روشنی صدر دروازہ سے داخل ہوتی تھی باقی عمارت میں روشنی کا کوئی انتظام نہ ہوتا تھا اس کے بالائی حصے میں مخروطی سُتری منحنی خطوط کے ساتھ بنی ہوتی تھی۔ سامنے ایک بیرونی ستان (PORTICO) اور ایک تالار (ہال) ہوتا تھا جس کا انحصار ستونوں پر تھا یہ ستون ایک سیدھی قطار میں بنائے جاتے تھے جن میں پتھر استعمال کئے جاتے تھے۔ مجموعی طور سے اندرونی حصہ زیادہ دل فریب اور خوشنما ہوتا تھا۔ یہ مندر پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور وادیوں کے دامنوں میں ملتے ہیں جن کی دیواروں پر سنگ تراشی، مصوری اور نقش نگاری کے کمالات دکھائے جاتے

تھے حتیٰ کہ دیوار کا بہت کم حصہ آرائش و زیبائش اور نقش و نگار سے خالی چھوڑا جاتا تھا جینی فنِ تعمیر میں جینیوں کے ماحول کی پوری جھلک موجود ہے۔ جینیوں کے خاص مندر کوہ آبو، پلیتیفا گرنار، گوالیار، سارڈی اور کھجوراہو میں ملتے ہیں۔

یونانیوں کے قیامِ حکومت سے ہندی یونانی طرز کی بُنیاد پڑی جسے گاندھار فنِ تعمیر اور گاندھار آرٹ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کشاں خاندان کے عہدِ حکومت میں اِس فن نے نمایاں ترقی کی۔ عمدہ قسم کے چونے اور پلاسٹر کا استعمال، یونانی، پھول پتیوں کی نقش و نگاری۔ گوتم بدھ کے مجسموں کی ابتدا، اور اِن میں اعضاء و لباس کی تفصیلی نمائش۔ ہندی یونانی طرز کے ستون، مندروں میں مربع و مدوّر شکل کی جائے عبادت ہال میں جانے کے لئے متعدد سیڑھیاں اِس طرز کی نمایاں خصوصیات ہیں اِس کی خاص عمارتیں ٹیکسلا، مانک یالا، تختِ باہی، جمال گڑھی وغیرہ میں ہیں۔ تختِ باہی اور جمال گڑھی کے استوپ اور خانقاہیں اپنی فنی خصوصیات کے لئے مشہور ہیں۔

اِس کے بعد ہندو عہد آتا ہے جس کا طرزِ تعمیر ۶۰۰ءسے ۱۸۰۰ء تک قایم رہا یہ طرز جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے عہدِ وسطیٰ میں اپنی خصوصیات کے لحاظ سے ممتاز اور اسلامی فنِ تعمیر کے دوش بدوش رہا۔ اس اسکول میں تین جداگانہ طرز ملتے ہیں پہلا شمالی ہند کا ہندنہ یا برہمنی دوسرا چالوکیہ یا وسط ہند تیسرا جنوبی ہند کا طرزِ تعمیر مؤخرالذکر میں پانچ جداگانہ طرز ملتے ہیں۔ جن کے نام تمہید میں بیان کئے جا چکے ہیں۔ ان صوبائی یا مقامی طرزوں کا ذکر اِن کی مناسب جگہ پر آگے بیان کیا جائے گا اِس دور کے شمالی، وسطی و جنوبی ہند کے مندروں میں دیہی پوجا پاٹ کے لئے وہی ایک مخصوص کوٹھری اور سامنے کی جانب ایک دروازہ ہوتا تھا اِس کے علاوہ دیہی حیوانات اور دیوی دیوتاؤں کے مجسمے، سنگ تراشی کے اعلیٰ نمونے، مصوری کا فن، نقش و نگار کا کمال، ستونوں کی نفیس ت وغیرہ اِس طرز کی خاص خصوصیات ہیں۔ دراصل اِس دور کا فنِ تعمیر طرزِ قدیم کی ایک ترقی یافتہ صورت میں ملتا ہے، جس کا انحصار مندر کی بیرونی ساخت و آرائش و زیبائش پر تھا

شمالی ہند کے مندروں میں ستونوں کی مدد کے بغیر مخروطی بنگالی وضع سے ملتی ہوئی دروازے کی طرف لداؤ دار چھت ملتی ہے۔ یہ خصوصیت جنوبی ہند کے مندروں سے ممتاز کر دیتی ہے۔ چالوکیہ طرز اپنے مخصوص انداز کے لئے مخصوص ہے شمالی و جنوبی طرزوں کی آمیزش سے ایک نئے اسکول کی بنیاد ڈپڑی لیکن اسی کے ساتھ ساتھ چالوکیہ طرز نے اپنی انفرادی حیثیت کو بھی قایم رکھا اور اس کی خوبصورتی کو زائل نہ ہونے دیا۔ اس میں مندروں کا ستارہ نما نقشہ وہ ہے جو جنوبی طرز میں نہیں ملتا اور جنوبی طرز میں جو کوٹھری (ریارِ مانا) کے اوپر گادم سِتری ملتی ہے وہ دوسرے طرزوں میں نہیں پائی جاتی، شمالی ہند کے مندر، اڑیسہ، بھوبنیشور، کنارک، جگن ناتھ، دھردر، چندر وتی، باردلی اور اودے پور میں ملتے ہیں خصوصاً بھوبنیشور کا مندر سب سے نفیس اور اعلیٰ ہے وسط ہند کے مندروں میں امیر بیلور، سومناتھ ، اور ہلابید کے مندر مشہور ہیں۔ جنوبی طرز میں مہادلی پور، ایلورا، تنجور، مدورا، ترویلی، کنجو پرام، اور نار بیری کے منادر معروف ہیں شہری فنِ تعمیر میں محلات، تیریں اور اشنان گھاٹ ملتے ہیں دریاؤں پر خصوصاً گنگا جمنا کے کناروں پر اشنان گھاٹ اور تیریں بنی ہوئی ہیں۔ اشنان گھاٹوں میں چڑھنے کے لئے متعدد سیڑھیاں اور مربع یا مستطیل شکل کے مٹھ بنے ہوئے ملتے ہیں نہانے کے بعد برہمن اور پجاری وغیرہ ان مٹھوں میں پوجا پاٹ میں مشغول ہوتے ہیں۔ (باقی)

اِسلام کا نظامِ مساجد

تالیف مولانا محمد ظفیر الدین صاحب رفیق ندوۃ المصنفین

نظامِ مساجد کے تمام گوشوں پر ایک جامع اور مکمل کتاب جس میں مسجدوں سے متعلق تمام ضروری مسائل پر اس انداز سے بحث کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان گھروں کے احترام، اہمیت، عظمت اور افادیت کا نقشہ آنکھوں میں سما جاتا ہے۔ کتاب کا جو تعارف "نقاب کشائی" کے عنوان سے فاضلِ عصر مولانا مناظر احسن صاحب گیلانیؒ نے کرایا ہے وہ بھی پڑھنے کے لائق ہے۔

کتاب کی پوری خصوصیتوں کا اندازہ مطالعہ کے بعد ہی ہو سکتا ہے، تبلیغی جماعتوں کے مقاصد کے لئے یہ کتاب ایک کامیاب رہبر کا کام دے گی۔ تقطیع ۲۰×۲۶/۸ صفحات ۴۴۲۔ قیمت ۳ روپیے مجلد ۴ روپیے